محمد حسین ہیکل اپنی تحریروں کے آئینہ میں

(۲)

جناب محمد صلاح الدین عمری، شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۱۹۱۰ء سے ہی ہیکل نے افسانے لکھنا شروع کر دیئے تھے، جو بعد میں ان [illegible] فی اوقات الفراغ" میں شائع ہوئے[1] مجموعی طور پر ان سب افسانوں میں ہیکل نے سماج کے فرسودہ روایات کی جکڑبندیوں میں عورت کے [illegible] کو پیش کیا ہے[2]۔ وہ اپنے افسانوں کے موضوعات مصری سماج میں تلاش کرتے [illegible] کہ ان کے سامنے بہت سے ایسے واقعات آئے جو ہیکل [illegible] کے موضوعات کا جامہ پہن لیتے[3]۔ ان افسانوں میں ہیکل کی [illegible] کی گہری چھاپ ہے اور ان کو ہم قومی ادب کے زمرہ میں

[illegible] : النهضة المصرية بعد ثورة عرابي - حتى ١٩١٩
[illegible] مارچ ۱۹۶۶ء، ص ۱۴۔
[illegible] محمد حسین ہیکل ص ۱۱۵ - ۱۱۶
[illegible] الادب ص ۱۵۰۔

[illegible] سکتے ہیں۔ اس لئے بعض نقادوں نے ہیگل کو افسانوی ادب کا بھی [illegible] کرنے
پر اصرار کیا ہے[1]۔ ہیگل کے افسانوں میں جاری وساری فکر، حریت نسواں کی دعوت
رہا اگرچہ اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس تحریک کے حامیوں [illegible]
نے اس موضوع پر اتنا مواد اکٹھا کر دیا ہے کہ بظاہر اب یہ موضوع تشنہ نہیں لگتا۔ لیکن
اس تحریک کے نفسیاتی پس منظر کا معروضی انداز میں تجزیہ کیا جائے تو لازماً یہی نتیجہ نکلے گا
کہ سوسائٹی کے اس نصف حصہ (عورت) کے ذہن میں سوسائٹی کے خلاف بغاوت کی
چنگاریاں بھڑکانے میں، دیگر اہم بنیادی اسباب کے ساتھ ساتھ اسلام کے علمبرداروں
کا عورت کے سلسلے میں اصل اسلامی تعلیمات سے چشم پوشی کرکے، اسلام کے نام پر اس کو
غیر اسلامی اور غیر فطری روایات کا پابند کرنے کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اسلام نے ایک
متوازن سوسائٹی میں عورت و مرد کو جو علیحدہ علیحدہ ذمہ داریاں سونپی ہیں، اُن سے دونوں
کے مقام کا تعین ہو جاتا ہے، لیکن بعد کے سماج میں اسی عورت کو ایک بے زبان و میت
شے سمجھ کر سوسائٹی کا کمترین حصہ قرار دیا گیا۔ دوسری طرف مرد کے عیاش ذہن
نے اس کو آزادی کا پرفریب نعرہ دے کر تباہی و بربادی کے دہانہ پر لا کھڑا کیا
نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی حقیقی حیثیت کو بھول کر عریانیت کو ہی ترقی کا واحد ذریعہ
سمجھ بیٹھی۔ البتہ سوسائٹی کے چند انصاف پسند افراد نے مسئلہ پر سنجیدگی سے
غور کیا اور اپنی تحریروں و تقریروں کے ذریعہ، عورت کو، اسلام کا عطا کردہ
عین فطری نظری مقام واپس دلانے کی کوششیں کیں۔ ہیگل نے بھی اپنے ا[illegible]
میں عورت کو اس کا جائز مقام دلانے کی کوششیں کی ہیں۔ لیکن افسوس کہ وہ
فرانسیسی ثقافت سے متاثر ہو کر حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ جس کا احساس بعد

۱۔ ملاحظہ اعمران: حوالہ مذکور ص ۱۲۷۔

[illegible]

[illegible] میں ناول نگاری کی ایک اہم صنف ہے اور انہوں نے اسے اپنی [illegible] میں ہیکل کا مقام متعین کرنے کی غرض سے ان کی پہلی ناول "زینب" جس کو ہیکل کی پہلی تصنیف ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ اور دوسری و آخری ناول "ھکذا خلقت" کی فنی خوبیوں پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ان میں جاری و ساری روح کو بھی تلاش کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ "زینب" جہاں دلی سے [illegible] وطن کے، وطن سے لگاؤ اور محبت کے احساسات کی عکاسی کرتی ہے وہیں اس میں ہیکل کے اندرونی کرب و اضطراب، خلوص کے احساسات اور آزادیٔ فکر کی روح بھی جاری و ساری ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سارے ناول میں آزادیٔ نسواں کی فکر جلوہ گر ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہیکل نہ صرف حریت نسواں کی دعوت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں بلکہ سوسائٹی کے ہر فرد کو آزادیٔ فکر و رائے کی نعمت سے بہرہ مند ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ آزادیٔ فکر اور حریت فکر۔ ان کے یہاں زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا فقدان زندگی کی سب سے بڑی محرومی۔ زینب میں ایک ایسی نوخیز دیہاتی دوشیزہ کے معصوم احساسات کی کہانی بیان کی گئی ہے جس کو سماج کے فرسودہ رسوم کی جکڑبندیاں اور لایعنی معاشرت کی پابندیاں، گھلا گھلا کر مار دیتی ہیں، لیکن سماج کی روایات کے عائد کردہ [illegible] کے تلے وہ ان فرسودہ رسوم کے خلاف لب نہیں کھول سکتی۔ اسی طرح حامد تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود خاندانی اور سماجی روایات کو توڑ کر اپنی پسندیدہ شریک حیات نہ اپنا سکنے کی صورت میں لاچاری اور بے بسی کے احساسات کے سمندر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈوب جاتا ہے۔ جس طرح زینب میں سماجی پسماندگی سے نوجوان نسل کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی کشمکش کو فنکارانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے"

اسی طرح ہیکل کی دوسری ناول "ھکذا خُلقت" میں ایک ایسی جدید تعلیم یافتہ لڑکی کی شخصیت کو اجاگر کیا گیا ہے، جس کو سماج نے اس کے پورے حقوق دیئے ہیں اور ان حقوق کو غلط طریقہ پر برتنے کے نتیجہ میں اس کو ذہنی اضطراب و کشمکش میں مبتلا ہونا پڑا۔ گویا ان کی دوسری ناول میں جدید مغربی تہذیب کی حامل کشمکش کی بھرپور عکاسی ہے۔

چنانچہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ اگرچہ ہیکل سوسائٹی کے ہر فرد کو حریت فکر سے بہرہ مند ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن ان کے نزدیک اس حریت کو سوسائٹی ہی کے رہنما اصولوں کے تحت ہی برتا جانا چاہئے۔ "زینب" ہیکل کی ناول نگاری کے فن میں ابتدائی کوشش ہے لیکن "ھکذا خُلقت" اس وقت لکھی گئی جبکہ ناول کا اسلوب کافی حد تک ترقی کر چکا تھا، تاہم زینب کو جس قدر مسرت کی نگاہ سے دیکھا گیا وہ "ھکذا خلقت" کو نصیب ہوئی۔ اس کا واضح سبب یہ ہے کہ "زینب" ناول نگاری میں پہلی معلم کی حیثیت سے متعارف ہوئی، لہٰذا اس کو مصری حلقوں میں نہ صرف پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا بلکہ اسی نہج کو اپنانے کی کوششیں بھی ہوئیں۔ اس قسم کی پسندیدگی کا احساس "ھکذا خُلقت" کو اس لئے نہیں نصیب ہوا کہ اب ناول نگاری نے اپنی ارتقائی منزلیں طے کر لی تھیں اور ان ہی نقوش کے دائرہ میں رہ کر اس ناول کو پیش کیا گیا ہے۔

ناول نگاری کے علاوہ ہیکل کو وصف نگاری میں بھی خاصا ملکہ حاصل ہے۔ اس زمرہ میں ان کی تین کتابیں "عشرة أيام في السودان"، "ولدي" اور "في منزل الوحي" کو شمار کیا جا سکتا ہے۔ ہیکل کی نظر جس منظر پر بھی پڑتی اور ان کا شعور جس احساس کو بھی محسوس کرتا، اس کو وہ وصفیہ انداز میں اس طرح بیان کر دیتے ہیں کہ ان کی یہ عبارتیں مسحور کن اور قلب کو موہ لینے والے

[illegible] ملتا ہے۔

ہیکل نے شروع ہی سے ادباء و نقاد کو قومی ادب پیش کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ جہاں انھوں نے مصر کی قدیم حضارت و ثقافت اور فرعونی تہذیب کے احیاء کی پرزور دعوت دی۔ ان کا خیال تھا کہ حقیقی ادب وہی ہے جو کسی مخصوص قوم کے خیالات و خصائص کی نمائندگی کرتا ہو۔ وہ قدیم مصری ادب اور فکری ورثہ پر، اس کے اصول کی نمائندگی نہ کرنے پر، اظہار افسوس کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سچا ادب وہ ہے جو ادیب کی روح و نفس سے قریب ہو، اس لئے ادیب کے لئے لازم ہے کہ وہ وہی کچھ لکھے جو اس کی عقل و قلب کی آواز ہو، جو اس کی زندگی کا عکس ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ادیب اپنی زندگی، اپنے آباء و اجداد کی زندگی اور اس ماحول کی عکاسی کرے جس میں اس کی نشو و نما ہوئی ہے اور اس قدیم ورثہ کو پیش کرے جس کے خمیر سے اس کے خد و خال کی تکوین ہوئی ہے۔ اسی لئے ہیکل اپنے ابتدائی دور میں ادباء کو قدیم مصری تاریخ اور فرعونی حضارت کی تلاش و جستجو اور قومی ادب پیش کرنے پر آمادہ کرتے رہے۔ انھوں نے نہ صرف فرعونی تہذیب کے احیاء کی بات کی بلکہ بابلی و اشوری تہذیبوں کے احیاء کی بھی دعوت دی ہے۔ اسی کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ ہیکل کی تنقید معروضی تنقید کے ارد گرد گھومتی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ معروضی نقطۂ نظر کے زبردست حامی اور ذاتی نقطۂ نظر کے زبردست مخالف ہیں۔ معروضی تنقید سے ان کی مراد ہے کہ مورخ خود کو ذاتی افکار و نظریات سے علیحدہ کر کے تاریخ و تاریخ ادب کا مطالعہ کرے۔ اسی لئے وہ فرانسیسی ناقد HIPPOLYTE TAINE کے اصول نقد سے متاثر ہو کر انھیں اصولوں کو اپنی تحریروں میں اپناتے ہیں جو TAINE کے اصول ہیں۔

ہیکل ادب برائے زندگی کے حامی ہیں بالفاظ دیگر ادب یا ادب برائے ادب

کے سخت مخالف۔ انھوں نے فنِ شاعری، فنِ قصہ اور فنِ ڈرامہ نگاری پر بھی اپنے تنقیدی
نظریات کا اظہار کیا ہے۔ ہیکل کو تقلیدی شاعری سے نفرت ہے اور ان شعراء
کو وہ معاف کرنے کے لئے قطعی تیار نہیں جو اپنی شاعری میں کتابی حسن کے
نغمے گاتے رہتے ہیں اور براہِ راست زندگی کے حسن سے مستفید نہیں ہوتے۔
ان کا خیال ہے کہ ہر ادب، ہر قسم کی شاعری اور ہر وہ فن جو سچے شعور اور سچے
احساس کی دین نہ ہو، اس میں نہ تو زندگی ہوتی ہے اور نہ حرکت، اور نہ بقا کی ضمانت۔
ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ عقاد کی تحریکِ "الدیوان" اور مغربی تحریکِ "رومانیت" سے
متاثر ہیں۔ وہ شوقی اور بارودی کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے ان دونوں
شاعروں کی زندگی کا مطالعہ مختلف نفسیاتی پہلوؤں سے اس ماحول کے
پس منظر میں کرتے ہیں، جس میں یہ شعراء پلے بڑھے تھے۔ فنِ قصہ اور فنِ ڈرامہ نگاری
میں بھی ہیکل نے، اپنے تنقیدی مقالات میں خامہ فرسائی کی ہے۔ ان ادبی و تنقیدی
مقالات سے ادب و فن کے تئیں ہیکل کے صحتمند نظریات کا پتہ چلتا ہے۔ ادب و فن
کا رشتہ، زندگی اور زندگی کی اعلیٰ اقدار سے مربوط ہونا ادب و فن کے فلسفہ کی ضمانت
دیتا ہے۔ اسی طرح ادب و فن کا رشتہ تاریخ و تمدن سے نہ ہو تو اس کو صحتمند ادب
کے زمرہ میں نہیں رکھا جا سکتا۔ ہیکل نے ادب میں زبان کی ادبی اہمیت پر بھی اظہار
خیال کیا ہے۔ ان کے نزدیک ادب میں زبان کی حیثیت اس روح کے لباس کی سی
ہے جو ادب میں جاری و ساری ہوتی ہے۔ ان کے خیال میں فصحیٰ اور عامیہ کے
استعمال پر اختلافات اور جنگ و جدال، محض فضول سی چیز ہے۔ لہٰذا ادیب

۱۔ ملاحظہ ہو ہیکل کے مضامین کا مجموعہ "ثورۃ الادب" اور "فی اوقات الفراغ" جس میں
ہیکل نے مختلف موضوعات کے تحت اپنے تنقیدی نظریات پیش کئے ہیں۔

... میں یہ آلائش داخل ہو گیا ہے[1]

... مغربیت کی خدمت نہ دے سکے جب ہیکل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو کھلے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے انھوں نے ایک بار پھر حق کے پرستار ہونے کا ثبوت دیا۔ چنانچہ اب وہ اسلامی نہج کو اپنا کر رسالت محمدؐ اور تاریخ اسلام کے روشن پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے خود کو وقف کر دیتے ہیں اور مغربی تہذیب کا یہ دلدادہ اسلام کے سائے میں آکر اس حقیقت کے اعتراف پر خود کو آمادہ پاتا ہے کہ "تاریخ اسلام ہی وہ تخم ہے جو بار آور ہو سکتا ہے، اس میں زندگی ہے، اس میں نفوس کو متحرک کرنے کی صلاحیت ہے، اس میں صالح فکر کی نشوونما ہوتی ہے اور اس کا درخت کچھ عرصے کے بعد برگ و بار لا سکتا ہے[2]" اب مصر کا یہ فرزند تاریخ اسلامی سے، بہترین اسلامی نمونہ کو پیش کرنے کی جدوجہد کرنے لگا۔ چنانچہ ان کی بیش قیمت مؤلفات مثلاً 'حیاۃ محمد'، 'فی منزل الوحی'، 'الصدیق ابوبکر'، اور 'الفاروق عمر' وغیرہ کتب ہیکل کی فکر میں زبردست انقلابی فکر کی غمازی کرتی ہیں۔

اگرچہ ہیکل نے ابتدائی زندگی سے ہی استاذ احمد لطفی السید کی نگرانی میں مقالات لکھنا شروع کر دیئے تھے۔ ان کے یہ مقالات عام طور سے ادبی اور اجتماعی موضوعات سے متعلق ہوتے جو 'الجریدہ' میں شائع ہوتے۔ گویا یہ مقالات ہیکل کی صحافتی زندگی کے تدریجی مراحل کی نمائندگی کرتے ہیں، لیکن ان کی صحافتی صلاحیتیں 'السیاسۃ الیومیۃ' میں نمایاں طور پر سامنے آئیں ۱۹۲۲ء

۱۔ ملاحظہ ہو ثورۃ الادب ص ۳۷ - ۴۵

۲۔ ہیکل: فی منزل الوحی ص ۲۷۔

میں جب ہیکل کو حزب الاحرار الدستوریین کے ناشرہ اخبار 'جریدۃ السیاسۃ الیومیۃ' کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا تو وہ اپنی پارٹی کی طرف سے سیاست کے سرگرم موضوعات پر لکھنے لگے اور پارٹی کے اصولوں کی مدافعت اور سیاسی مقاصد کی تکمیل کے سلسلے میں انتہائی جرأت و شجاعت سے اظہار خیال کرنے لگے۔ ان کی سیاسی زندگی کا اولین مقصد غیر ملکی تسلط سے ملک کو آزاد کرانا اور مصر کو آزادی کی کھلی فضاؤں میں سانس لینے کی جدوجہد کرنا تھا۔ ١٩٢٦ء میں انھوں نے 'السیاسۃ الاسبوعیۃ' نکالنا شروع کیا جس نے جلد ہی جدید فکری اسکول کی حیثیت اختیار کرلی۔ اسی ہفتہ وار میگزین میں ہیکل نے اپنی کتاب 'حیاۃ محمدؐ' اور 'ثورۃ الأدب' کے اکثر اجزاء شائع کیے۔[2]

ہیکل نے صحافت کو ایک فن کی حیثیت سے اپنایا اور اس کو ترقی کی منازل سے آشنا کیا۔ ہیکل کے یہ مقالات مختلف موضوعات اور متنوع اغراض کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہم کو ان مقالات میں سیاست، ادب، اجتماع اور نقدِ ادب سب ہی کچھ ملتا ہے۔ اسی پر بس نہیں، انھوں نے دینی اور فلسفی موضوعات کو بھی چھیڑا ہے۔ ادبی سوانح، وصفیہ مقالات، افسانے اور بیانیہ تحریریں ہمارے دلوں کو چھوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہم ڈاکٹر شوقی ضیف سے اتفاق کرتے ہوئے ہیکل اور ان کے معاصرین کی مقالہ نگاری کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ ان کے یہاں گہرے اثرات کے ساتھ ساتھ جذبات کو برانگیختہ کرنے اور دلوں کو چھو لینے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ جہاں تک موضوعات کا تعلق ہے ان

١۔ ہیکل: مذکرات ج ١ ص ١٤٤ - ١٤٥

٢۔ Antonie wessels: Opcit — P. 36

فضیلت، شرافت، عدل، عقل اور اجتماعی نظریات سبھی پر تنقید کی گئی ہیں۔ ان کی صفات کا مقصد اعلیٰ انسانیت کی مثالوں کو اجاگر کرنا ہے جو خیر، حق اور حسن کا بہترین نمونہ ہیں۔[1]

بحیثیت سیرت نگار اور سوانح نگار کے ہم ہیکل کی تحریروں پر نظر ڈالتے ہیں تو سب سے پہلے ہماری نظر ان کی کتاب "جان جاک روسو" (دو جلدوں میں) پر پڑتی ہے، جو بالترتیب ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ہیکل نے روسو کی شخصیت اور اس کے اجتماعی افکار و نظریات، ادبی آراء اور ممتاز اسلوب سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے، مصری عوام کے سامنے روسو کو بحیثیت ایک ممتاز ادیب کے پیش کیا ہے کہ روسو حریت و مساوات کا باوا آدم ہے اور صحیح اجتماعی عدالت کا روحانی پیشوا۔ ہیکل نے اپنے احساسات و عواطف کی آمیزش سے خوشگوار ادبی اسلوب میں، روسو کی حیات کے نقوش ابھارے ہیں۔[2]

۱۹۲۹ء میں ہیکل نے "تراجم مصریۃ وغربیۃ" شائع کی، جس کے پہلے حصہ میں ان مقالات کو جمع کر دیا گیا ہے جن میں سے اکثر "السیاسۃ الأسبوعیۃ" میں شائع ہو چکے تھے۔[3] یہ مقالات قلوپطرہ اور پھر خدیو اسماعیل کے عہد کے بعد سے عظیم مصریوں کی حیات اور سیاسی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کتاب کے دوسرے حصہ میں چار یورپی ادباء و مفکرین کی ادبی کاوشوں اور سیاسی نظریات کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے ہیکل کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کے سامنے

۱۔ شوقی ضیف: الادب العربی المعاصر فی مصر ص ۲۰۷۔

۲۔ طٰہٰ وادی: حوالہ مذکور ص ۱۲۳۔

۳۔ ہیکل: مقدمہ تراجم مصریہ و غربیہ ص ۵۔

ے دور کی مصر کی سیاسی زندگی کا نقشہ کھینچیں۔ اسی طرح مغربی مفکرین کی سوانح
یش کرنے کا مقصد واضح کرتے ہوئے ہیکل لکھتے ہیں کہ [illegible] نے ان کو پسند کیا ہے
ہذا یہ ضروری سمجھا کہ ان کی زندگی کا خاکہ پیش کر کے میں اپنی محبت کے نقوش کو
دوام بخش دوں۔ ساتھ ہی ان کا یہ بھی خیال تھا کہ مورخین نے درست علمی نہج
مصر کی تاریخ مرتب نہ کر کے، اپنے مقاصد کے پیش نظر حقائق کے چہرہ کو مسخ
نے کی کوشش کی ہے اس لئے ان کو مصر کی حقیقی تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت
ا بھی احساس تھا[1] انھوں نے اگرچہ مصر اور یورپ کے ان عظیم سیاسی رہنماؤں کی
ی زندگی کا نقشہ اپنے مخصوص ادبی اور قصصی اسلوب میں کھینچا ہے۔ لیکن اس
کتاب کو سوانحی ادب میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ خود ہیکل نے کتاب کے مقدمہ
میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے[2]۔

۱۹۲۵ء میں ہیکل کی وہ شہرۂ آفاق کتاب منظر عام پر آئی جس پر خود ان کو فخر
تھا۔ بلاشبہ 'حیاۃ محمدؐ' کی ترتیب و تنسیق میں جہاں تاریخی ذمہ داری کو پوری طرح
نبھایا گیا ہے وہیں اس کا اسلوب نگارش، ذہن کے پردوں پر اس دور کے نقوش
مرتسم کرتا ہوا نظر آتا ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو نہ صرف نبوت
کی خصوصیات کے پس منظر میں اجاگر کیا گیا ہے، بلکہ بحیثیت ایک مثالی انسان کے،
آپؐ کو تمام خصوصیات اور اعلیٰ اقدار سے متصف انسان کی حیثیت سے پیش کرنے
کی کوشش کی گئی ہے۔ شاید اسی لئے ہیکل نے سیرت نبویؐ پر عہد بہ عہد چھائی گئی
گرد کو صاف کر کے، قرآنی اور مصادر کی مدد سے، گویا حقیقت پسندانہ

۱۔ ہیکل : مقدمہ تراجم مصریہ و غربیہ ص ۶—۸۔
۲۔ ایضاً ص ۶۔

سنجیدگی کے طریقے پر سیرتِ محمدؐ کو پیش کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے نہ صرف مستشرقین کے بے بنیاد الزامات کی تردید کی ہے بلکہ ان علماء و مصنفین کی گرفت بھی کی ہے جنھوں نے فرطِ عقیدت میں تاریخی حقائق سے قدرے صرفِ نظر کر کے سیرت میں غیر ضروری اضافوں سے اصل صورتِ حال کو پس پردہ کر دیا۔ لیکن ہیکل نے کہیں کہیں جدید طریقۂ بحث کو خود پر سوار کر کے زبردست لغزشیں بھی کھائی ہیں۔ اور اسی مغلوبیت کے اثر سے گاہے بگاہے مستشرقین پر بے جا اعتماد بھی کر بیٹھے ہیں۔ مثلاً وہ قرآن کے علاوہ تمام معجزات کا انکار کرتے ہوئے ان کو ثبوتِ نبوت کے لئے غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ابتداءِ وحی وغیرہ کے بیان میں انھوں نے مستشرقین کے بیانات پر اعتماد کیا ہے اور بھی کئی مقامات پر انھوں نے ولیم میور، درمنگھم وغیرہ پر اتنا اعتماد کیا ہے کہ اکثر قاری کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان مستشرقین کی عبارتیں نقل کر لی گئی ہیں۔ جدید سائنٹفک طریقۂ تحقیق کے ساتھ ساتھ 'حیاۃ محمد' میں اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہیکل پر افسانوی انداز غالب آگیا ہے اور وہ بعض واقعات کو خالص قصص اور ادبی اسلوب میں تحریر کر ڈالتے ہیں۔ تاہم اس کتاب کی اہم خوبی یہ ہے کہ مؤلف کے ذہن سے صورتِ رسولؐ کہیں بھی اوجھل نہیں ہوتی۔ اسی طرح مستشرقین کے الزامات کی تردید کے وقت ہیکل پر دینی جذبات کا اتنا غلبہ محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت وہ خالص سچے پکے مومن نظر آنے لگتے ہیں۔ گویا کہ 'حیاۃ محمدؐ' علمی اور ادبی اسالیب کا آئینہ ہے جو اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

اس کے بعد ہیکل نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی زندگی اور ان کے ادوار پر دو الگ الگ کتابیں ۱۹۴۲ء و ۱۹۴۴ء میں پیش کر کے اسلامی تاریخ کو جدید علمی اسلوب میں پیش کرنے کے عزم کو آگے بڑھایا۔ ان دونوں کتابوں کی

ترتیب و تالیف کا انداز بھی وہی ہے جو حیاۃ محمد[1] کا ہے۔ ہیکل نے واقعات و حادثات کا تجزیہ و تحلیل، ان کے پیچھے تحقیق اور مختلف روایات کا باہم تقابلی مطالعہ اور تحقیق کر کے [illegible] لازم ہو کہ تاریخ اسلام کو خالص علمی اسلوب میں پیش کرنے کی [illegible] ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر ان کا ارادہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نیز اسی طرح اعیان تاریخ اسلام کی اہم شخصیات کا مطالعہ بھی اسی نہج پر کرنے کا تھا جو مطلع اسلام پر طلوع ہو کر عرصہ تک ظلمتوں کا سینہ چاک کرتے رہے۔ لیکن دیگر مشغولیات کی وجہ سے وہ اپنے اس سفر میں حضرت عمرؓ کے بعد نہ جا سکے۔ ان دونوں کتابوں میں رچی بسی زبان کی حلاوتوں اور شگفتگیوں کے باوجود ہم محسوس کرتے ہیں کہ ان کو سوانحی ادب کے بجائے تاریخ کے زمرہ میں شمار کیا جانا زیادہ مناسب ہوگا۔

ہیکل نے جن متنوع شخصیات کا مطالعہ کیا اور ان پر لکھا ہے، ان کی ترتیب سے ہیکل کے فکری ارتقاء کا پورا پورا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابتداء میں ان کا خیال تھا کہ فکری بیداری صرف مغرب کی تقلید میں مضمر ہے۔ چنانچہ جان جاک روسو لکھی۔ پھر اور آگے بڑھے تو وہ مصر کی جدید نہضت و ارتقاء کے لئے قدیم مصری تہذیب کے احیاء کو بھی لازمی سمجھنے لگتے ہیں۔ چنانچہ "تراجم مصریہ وغربیۃ" لکھی لیکن اپنے افکار و نظریات پر وہ خود کو مطمئن نہ کر سکے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں جب مزید غور و فکر کیا اور اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی[2] تو اس نتیجہ پر پہونچے کہ اسلامی ضابطۂ تمدن ہی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ گویا اتنے طویل فکری سفر کے بعد وہ اپنی فطرت سلیم پر عود کر آئے۔ وہ فطرت جو خدا نے بندے کو ودیعت کی ہے۔ جذبۂ عبودیت سے

۱۔ طٰہٰ عمران : حوالۂ مذکور ص ۱۳۴۔
۲۔ ملاحظہ ہو 'حیاۃ محمد'، 'الصدیق ابوبکرؓ' اور 'الفاروق عمرؓ'۔

روحانیت اور معرفت اپنے خالق کی طرف کی تڑپ کی فطرت۔ ایسی فطرت، جس میں کسی
... کی جڑ بنیاد نہیں ہوتی۔ چنانچہ آخر میں ہیکل ایک سچے پکے مومن کی حیثیت
سے [illegible] میں مستغرق ہو کر تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں اور دل کی تمام گہرائیوں
سے محسوس کرتے ہیں کہ ایک پرسکون حضارت اور پرامن تمدن کی ضمانت صرف
اسلامی حضارت ہے کیونکہ اس حضارت میں جو روح جاری و ساری ہے وہ ہے
وحدت و اتحاد کی روح۔ اور اس وحدت کا راز اخوت و مودت کے احساسات
ہیں جن کی تعلیم اسلام اپنے ماننے والوں کو دیتا ہے۔[1]

۱۔ ہیکل : تقدیم فی منزل الوحی ص ۲۳۔

ایک اعلان خاص

تمام ان لوگوں کو مطلع کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جن رسالوں اخبار و
کے ایڈیٹر و خریداروں کو مفکر ملت حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی صاحبؒ نمبر
موصول ہوا ہے وہ حسب سہولت ہر زبان میں تبصرہ اپنی خصوصیت سے تیار کریں
کیونکہ اس تاریخی شاندار نمبر کی اشاعت اپنی مثال آپ ہو کر پوری دنیائے اسلام کے سامنے
آئیگا پھر اس پر آپ کے معیاری تبصرہ کا حق میں اپنا سمجھتا ہوں۔

(عمید الرحمٰن عثمانی)